ریڈ سی مشن ٹیم (Red Sea Mission Team)

مسلم دُنیا میں جو مختلف مشن تبلیغ عیسائیت کے کام میں مصروف ہیں ان میں سے ایک ریڈ سی مشن ٹیم (Red Sea Mission Team) ہے۔ اس تبلیغی و تبشیری ادارے کے بانی ڈاکٹر لیونل گرنی (Dr. Lionel Gurney) ہیں جنہیں مشرقِ وسطیٰ کے مسلم معاشرے میں تبلیغ عیسائیت کا وسیع تجربہ حاصل ہے۔ ان دنوں ڈاکٹر لیونل گرنی "ریڈ سی مشن ٹیم" کے دفتر واقع کینیڈا کے ذمہ دار ہیں اور اب ادارے کی سربراہی جرمنی کے ولف گینگ سٹیمف (Wolfgang Stampf) کے ہاتھ میں ہے۔ ادارے کا مرکزی دفتر موزلے (برمنگھم - برطانیہ) میں واقع ہے۔

"ریڈ سی مشن ٹیم" نے تبشیری کام کے لیے مسلم دنیا کو چنا ہے، مگر مسلم دُنیا میں آباد غیر مسیحی اقلیتیں بھی اس کا ہدف ہیں۔ مسلم دنیا کے حوالے سے اس کا موٹو (Motto) ہے۔ Islam Shall Hear یعنی اسلام کے ماننے والے لازماً پیغام عیسائیت سنیں گے۔ ٹیم کے کارکن اگرچہ صحت، طب، زراعت اور تعلیم کے میدانوں میں کام کرتے ہیں اور ان میدانوں میں انہیں خصوصی مہارت حاصل ہوتی ہے تاہم وہ محض طبیب، زرعی ماہرین اور حساب اور الجبرا پڑھانے والے اساتذہ ہی نہیں ہوتے بلکہ انہیں اسلام کے بارے میں تمام بنیادی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جن آبادیوں میں وہ کام کرتے ہیں، ان کی تاریخ و ثقافت اور زبان و ادب سے پورے طور پر آگاہ ہوتے ہیں اور تبشیری نفسیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں۔ ٹیم نے اپنے کارکنوں کے لیے مطالعۂ اسلام پر متعدد کتابچے اور مضامین شائع کیے ہیں۔ جیک بڈ (Jack Budd) کے قلم سے [Studies in Islam مطالعات اسلام] اور [How to Witness to Islam مسلمانوں کے سامنے عیسائیت کی تعلیم کیسے پیش کی جائے؟]۔ شائع ہو چکی ہیں۔

ٹیم کی جانب سے مختلف ممالک میں اپنی سرگرمیوں کے بارے میں مختصر رپورٹیں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔ یہ رپورٹیں مسلمانوں کو پیش نظر رکھ کر نہیں لکھی جاتیں بلکہ ان کے مخاطب ٹیم کے کارکن ہوتے ہیں یا وہ افراد اور ادارے جو ٹیم کے ہمدرد ہیں اور اسے مالی و افرادی امداد فراہم کرتے ہیں، بالعموم یہ رپورٹیں مسلم افراد کے طلب کرنے پر بھی انہیں مہیا نہیں کی جاتیں۔

ٹیم کسی ایک فرقے سے منسلک نہیں۔ یہ اپنے آپ کو "بین الاقوامی، بین الفرقی، انجیلی اور

تبشیری" قرار دیتا ہے۔ تاہم یہ بھی واضح ہے کہ جو افراد وقتاً فوقتاً اس کی سربراہی کرتے رہے ہیں، اُن کے افکار و خیالات ٹیم کے پیغام پر نسبتاً زیادہ حاوی دکھائی دیتے ہیں۔ ٹیم کا صدر دفتر برطانیہ میں ہے اور مغربی دُنیا کے جن ملکوں میں متحرک ہے، وہاں پروٹسٹنٹ چرچ نسبتاً زیادہ منظم اور طاقتور ہے، اس لیے ٹیم کے عیسائی عقائد اور تعلیمات زیادہ تر پروٹسٹنٹ نقطۂ نظر کے مطابق ہیں۔

"ریڈ سی مشن ٹیم" نے اپنے نام کی مناسبت سے ابتداءً بحرِاحمر کے ساحل پر بسنے والے لوگوں اور ممالک میں کام شروع کیا مگر بعد میں اِس کا کام بحرِاحمر سے دور علاقوں میں بھی شروع ہو گیا۔ تاہم اس کے تبشیری کام میں اب بھی بنیادی اہمیت بحرِاحمر کی ساحلی آبادیوں کو حاصل ہے۔

ٹیم نے اپنے کام کا آغاز عدن سے کیا اور ۱۹۷۲ء تک یہاں اس کے کارکن سرگرم عمل رہے۔ ۱۹۶۹ء میں اس نے یمن عرب جمہوریہ میں کام کا آغاز کیا مگر ۱۹۸۱ء میں اسے مخالفت اور سرکاری سطح پر رکاوٹیں پیش آنے کے باعث اپنا کام سمیٹنا پڑا۔ اس وقت ٹیم بحرِاحمر کے حوالے سے صومالیہ، ایتھوپیا، جبوتی اور سوڈان میں سرگرم عمل ہے۔

۱۹۵۶ء میں ایتھوپیا میں کام شروع کیا گیا اور تبشیری سرگرمیوں کے لیے تگرے (Tigre) اور افار (Afar) مسلم قبائل کو منتخب کیا گیا۔ اوّل الذکر قبیلے سے متعلق سب ہی لوگ مسلمان ہیں اور یہ لوگ زیادہ تر اریٹریا اور اس کے صوبے تگرے میں رہتے ہیں۔ افریقہ کے یہ اوّلین لوگ ہیں جنھوں نے ساتویں صدی عیسوی میں اسلام قبول کیا تھا، گو ان کی بڑی تعداد انیسویں صدی میں حلقۂ اسلام میں داخل ہوئی۔ اریٹریا میں اندازاً ان کی آبادی ساڑھے تین اور چار لاکھ کے درمیان ہے۔ زیادہ تر گلہ بان خانہ بدوش ہیں۔ اریٹریا کی جدوجہد آزادی میں شامل ہیں اور اس حوالے سے ایتھوپیا کے حکمرانوں کے غصّے اور انتقام کا نشانہ بنتے ہیں۔ ٹیم نے "تگرے" قبیلے میں ۱۹۷۸ء تک تبشیری کام کیا۔ البتہ افار قبائل میں اُس کی سرگرمیاں تاحال جاری ہیں۔ افاروں کا زیادہ حصہ یعنی کل آبادی کا تین چوتھائی تو ایتھوپیا میں ہے تاہم ایک چوتھائی یعنی ایک لاکھ بیس ہزار کے لگ بھگ جبوتی میں آباد ہیں۔

جبوتی نے ۱۹۷۷ء میں آزادی حاصل کی اور اس کی جدوجہد آزادی کے دوران میں ٹیم نے یہاں اپنے مراکز قائم کیے۔ ۱۹۷۵ء میں اس کے کارکن یہاں پہنچے جنھوں نے کتابوں کی ایک دکان قائم کر کے مقامی آبادی سے تعلقات استوار کرنے شروع کیے۔ سو فیصد مسلم آبادی کے ملک جبوتی کی معاشی اعتبار سے تو شاید زیادہ اہمیت نہیں اور فی کس آمدنی کے لحاظ سے جبوتی دُنیا کے اُن ملکوں میں شامل ہے جو نہایت پس ماندہ ہیں، تاہم اس کے محلِ وقوع نے اسے بحری اور جنگی اعتبار سے بہت اہم ملک بنا دیا ہے۔ یہی سبب تھا کہ فرانس نے جبوتی کو اس تک وقت غلام بنائے رکھا جب تک پورا افریقہ غلامی اور نوآبادیاتی چنگل سے نکل نہ گیا۔ افار قبائل پکے سنّی ہیں اور بشریات و عمرانیات کے جن

ماہرین نے ان کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس بات پر متفق ہیں کہ یہ لوگ بڑے پکے مسلمان ہیں۔ شاید ان کی یہی مذہبی سختی تھی کہ ۱۹۳۱ء سے پہلے کسی یورپی کو ان کی آبادیوں کے اندر تک جانے کا حوصلہ نہ ہوا۔

جبوتی میں ٹیم نے افار زبان میں بائبل کا ترجمہ شروع کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انگریزی، افار، فرانسیسی لغت تیار کی جارہی ہے۔ بائبل کے ترجمے کا کام ایک خاتون یونی جینٹ (Yuonne Genat) کر رہی ہیں جو دو افاروں سے مدد لیتی ہیں۔ ان مددگاروں میں ایک تو مسلمان ہے اور دوسرا کمیونسٹ ہے۔ لغت کا کام انیل پارکن (Enil Parkin) انجام دے رہے ہیں۔ کسی قبیلے کی زبان پر کام کرنے، اسے جاننے اور اسے رسم الخط دینے کا مطلب اس قبیلے میں نفوذ حاصل کرنا ہے۔ یہ مزید مواقع حاصل کرنے کے لیے نہایت مفید کام ہے۔ ٹیم نے مختلف قسم کے کیسٹ بھی تیار کیے ہیں جو خانہ بدوش افاروں میں تقسیم کیے جاتے ہیں اور یہ کیسٹ خانہ بدوشوں کے ذریعے وہاں تک پہنچ رہے ہیں، جہاں مبشروں کی رسائی ممکن نہیں۔

ٹیم کے کارکن خود افار قبائل کی زبان جانتے ہیں۔ یہ لوگ شفاخانوں میں کام کر رہے ہیں۔ خانہ بدوش لوگوں کو زراعت پیشہ بنانے کی کوشش میں حکومت کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے نمونے کے فارم بنائے ہیں۔ جبوتی میں ٹیم کا ایک پریس کام کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ افریقی بالخصوص صومالی کارکنوں سے مدد لی جاتی ہے۔ کرسمس کے موقع پر ممتاز افاروں کو کھانے کی دعوت پر بلایا جاتا ہے اور ٹیم کے کارکن اپنے طور پر افاروں کے دلوں میں محبت اور عیسائیت کے بیج بونے میں مصروف ہیں۔

اریٹریا اور جبوتی کے ساتھ ٹیم کے کارکن سوڈان میں "بیجا" مسلم لوگوں میں کام کر رہے ہیں۔ "بیجا" قبائل کے لوگ مشرقی سوڈان اور اریٹریا میں آباد ہیں۔ یوں تو سوڈان میں وہ کل آبادی کا چھ فیصد ہیں مگر اریٹیریا میں مسلح جدوجہد اور ایتھوپیا کے مظالم نے ہزاروں "بیجا" افراد کو سوڈان میں منتقل ہونے پر مجبور کر دیا ہے اور شاید اس طرح اس وقت سوڈان میں رہائش پذیر "بیجا" آبادی چھ فیصد سے کچھ زائد ہے۔

"بیجا" قبائل ماضی میں محمد احمد مہدی سوڈانی سے وابستہ رہے ہیں اور ان کے جہاد میں شریک رہے ہیں مگر اس کے باوجود "بیجا" لوگوں میں تعلیم بہت کم ہے۔ دینی تعلیم کی کیفیت بھی زیادہ بہتر نہیں۔ اس لیے ٹیم کے کارکن "بیجا" قبائل میں تبلیغ و تبشیر عیسائیت کی کامیابی کے لیے پُر امید رہے ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں جب انہوں نے "بیجا" قبائل میں کام شروع کیا تو انہوں نے "بیجا" لوگوں کو "نافرمان، سیاہ فام، فریب خوردہ، اخلاق باختہ، بے طاقت بلکہ مُردہ" قرار دیا جو یاس اور ناامیدی کی

آخری حدوں کو چھو رہے ہیں۔" تاہم جب ٹیم نے "بیجا" قبائل میں اپنی سرگرمیاں تیز کیں تو انہیں ایک سال بعد "توماله" میں مقامی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ دیہات کے بڑوں نے انہیں اپنا کام سمیٹنے پر مجبور کر دیا۔ ایک دو مزید مقامات پر کام کرنے کی کوشش کی گئی مگر اس کا نتیجہ بھی وہی نکلا۔

ان دنوں ٹیم پورٹ سوڈان میں فعّال ہے۔ یہاں اس کا دفتر ہے اور اس کے کارکن حکومتی شفاخانے میں کام کرتے ہیں۔ پورٹ سوڈان سے مغربی سرحد کو جانے والی سڑک پر بئر ایت (Bir Eit) میں ٹیم کے زرعی کارکنوں نے ایک فارم بنا رکھا ہے۔ یہاں ٹیم کے زیر اہتمام ایک کلینک بھی کام کر رہا ہے۔ واضح رہے کہ اس علاقے میں "بیجا" قبائل کی آبادی ہے اور "بیجا" قبائل میں سے بعض مصر کے جنوب میں آباد ہیں۔

۱۹۸۵ء میں ٹیم نے آمور (Amur) میں کام شروع کیا مگر چند ہفتوں کے بعد اسے بند کرنا پڑا کیوں کہ گاؤں کے بڑوں نے انہیں یہاں اپنا کام روک دینے اور علاقہ چھوڑ دینے کے لیے کہا تھا۔

تاہم ٹیم کے کارکن سرے سے ناکام بھی نہیں۔ اِکا دُکا افراد ان کی کوششوں سے حلقۂ عیسائیت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

بحر احمر کے نواحی ممالک میں تو ٹیم کو زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی البتہ مغربی افریقہ میں "مالی" اس کی سرگرمیوں کے لیے بہتر زمین ثابت ہو رہا ہے۔ "مالی" میں عیسائی اداروں اور مشنریوں کے کام پر کوئی قدغن عائد نہیں۔ ملک کی سطح پر "نیشنل ایسوسی ایشن آف مشنریز اینڈ چرچز" قائم ہے۔ ٹیم اِس کے ارکان میں شامل ہے۔

مالی میں کام کرنے والی مشنری تنظیموں نے ملک کو چار حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہ تنظیمیں ایک دوسرے کے علاقوں میں دخل اندازی کیے بغیر کام کرتی ہیں۔ یونائیٹڈ ورلڈ مشن جو پہلے سے مالی میں سرگرمِ کار تھا، اُس نے ٹیم کو دعوت دی ہے کہ ملک کے شمال مغرب میں کام کرے۔ واضح رہے کہ مالی میں ۲۷ ہزار افراد پر مشتمل چرچ پہلے سے موجود ہے۔ اس عیسائی آبادی کی غالب اکثریت مظاہر پرستوں سے حلقۂ عیسائیت میں شامل ہوئی ہے۔

ٹیم سے وابستہ مشنری دوسرے مشنری اداروں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر میگڈا باخ (Magda Bach) کو جب یمن سے نکلنا پڑا تو اُنھوں نے مصر میں کام کرنے والے ادارے Upper Egyptian Mission سے وابستگی اختیار کر لی اور اسوان سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک تبلیغی ادارے میں کام کرنے لگیں۔

افریقہ سے باہر ٹیم کے کام میں پاکستان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ٹیم کے پمفلٹ [Pakistan's Open Door پاکستان: چشم براہ] میں کہا گیا ہے کہ اِس خطّے میں ۱۸۳۲ء

سے مختلف مشن کام کر رہے ہیں۔ تاہم ۱۹۸۷ء میں دو نرسوں نے مردان (صوبہ سرحد) کے قریب ایک کلینک قائم کر کے کام شروع کیا۔ اِس کے ساتھ ہی افغان سرحد پر جذام کے مریضوں کے لیے طبّی امداد فراہم کی جاتی ہے۔ مردان کے علاوہ جیکب آباد (سندھ) میں ٹیم کام کر رہی ہے۔ جہاں ایک طرف امیر جاگیر دار ہیں تو دوسری طرف اُن کے نادار اور غریب مزارعین ہیں۔ ٹیم کراچی میں بلوچ آبادی میں بھی کام کرتی ہے۔ بلوچی زبان میں بائبل کا ترجمہ بھی اس کے پروگرام میں شامل ہے۔

پاکستان میں کام کرنے والے کارکنوں کو اردو سکھانے کے لیے ٹیم کے زیر اہتمام مری میں ایک اسکول کام کر رہا ہے۔

ٹیم خود عیسائی اکثریت کے ممالک میں اُن مسلمانوں کے درمیان کام کرتی ہے جو مسلم دنیا سے تلاشِ روزگار، حصولِ تعلیم یا سیاسی پناہ حاصل کرنے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی بنیادی ضرورت اجنبی وطن میں زبان جاننا ہوتا ہے۔ زبان سکھانے کے توسّط سے ٹیم کے کارکن ان تک رسائی حاصل کرتے ہیں، دوستیاں بناتے ہیں اور یوں اپنے دل کی بات زبان پر لانے کے لیے انتظار اور ایثار سے کام لیتے ہیں۔

ٹیم کے کارپردازوں نے اپنے کام کے بارے میں مسلمانوں کے ردِ عمل کو قبولِ ایمان، بے تعلقی اور مخالفت میں تقسیم کیا ہے۔ بالعموم مسلمان عیسائیت قبول نہیں کرتے، بے تعلقی عام ہے۔ لوگ ٹیم کی طبی اور تعلیمی سہولتوں سے استفادہ کر لیتے ہیں مگر ایمان بدلنے کو تیار نہیں ہوتے۔ سوڈان میں کئی لوگوں نے بتایا کہ وہ زبان سیکھنے یا بیماری سے نجات پانے کے لیے عیسائی اداروں سے فائدہ اٹھاتے ہیں مگر وہ عیسائی ہونے کو تیار نہیں۔ بے تعلقی کے رویّے کے ساتھ وقت گزرنے پر مسلمان معاشروں میں اُن لوگوں کے لیے حالات مشکل تر ہو جاتے ہیں جو اُن کا ایمان بدلنے کے لیے کوشاں ہیں۔

مذکورہ بالا جائزے سے واضح ہے کہ ٹیم اپنے مقاصد میں کچھ بہت زیادہ کامیاب نہیں، تاہم ٹیم کی سرگرمیوں اور تجربات سے مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں کیوں کہ انڈونیشیا ایک ایسی مثال ہے جہاں عیسائیت کی پیش رفت "حیران کن" حد تک تیز ہے۔

حواشی

۱۔ زیر نظر مضمون کی تیاری میں ڈاکٹر ظفر الاسلام خان کے مقالہ Muslim - Oriented Christian Mission: A Case Study of the Red Sea Mission سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۲۔ ٹیم سے "ریڈسی مشن ٹیم" کی جانب اشارہ ہے۔ اسے ایک دوسرے مشن The Evangilical Alliance Mission (TEAM) کے مترادف خیال نہ کیا جائے۔

۳۔ جارجینا ایش ورتھ، World Minorities، لندن (۱۹۷۷ء)، ص ۳-۷